تعارف وتبصرہ

تبصرہ نگار: پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

نام کتاب : جنوبی ایشیا میں مسلم بیداری کے **سو سال** (1910-2010ء)

مصنف : انجینئر مختار حسین فاروقی

ضخامت : ۱۶۰صفحات قیمت: ۳۰۰روپے

ملنے کا پتہ : قرآن اکیڈمی' لالہ زار کالونی نمبر۲' ٹوبہ روڈ جھنگ صدر

انجینئر مختار حسین فاروقی ایک مستعد اور خود شناس شخصیت ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں جو صلاحیتیں دے رکھی ہیں وہ ان سے بخوبی واقف ہیں اور ان سے بھرپور فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ قوموں کی تاریخ پر ان کی گہری نگاہ ہے۔ وہ باشعور اور حقیقت پسند تجزیہ نگار ہیں۔ ان کی تحریروں میں غلبہ اسلام کی جِدّوجُہد پر زور دیا جاتا ہے۔ اس مقصد کا شعور عام کرنے کے لیے ان کی ادارت میں جھنگ سے ماہنامہ ''حکمتِ بالغہ'' پابندی وقت کے ساتھ شائع ہوتا ہے۔

زیر تبصرہ کتاب میں انہوں نے ۱۹۱۰ء سے ۲۰۱۰ء کے سو سال کے حالات کا تجزیہ کیا ہے اور بتایا ہے کہ اس عرصہ میں اُمتِ مسلمہ پر کیا گزری اور خاص طور پر برصغیر کے مسلمانوں کو کون سے حالات درپیش رہے اور ان سالوں میں مشاہیر اسلام نے کیا جدّوجہد کی۔ برطانیہ کے مقبوضہ مسلم علاقے ایک ایک کر کے آزاد ہوتے رہے اور اگست ۱۹۴۷ء میں پاکستان ایک آزاد مسلم ریاست کے طور پر دُنیا کے نقشے پر ابھرا۔ قیامِ پاکستان کے پس منظر میں جو تحریک اُٹھی اس میں شاعرِ مشرق علامہ اقبال کے کردار کی حیثیت نمایاں ہے' جنہوں نے اپنے مؤثر مقالات اور روح پرور اشعار کے ذریعے برصغیر کے مسلمانوں کو آزادی کی قدر و قیمت سے آگاہ کیا' جس کے نتیجے میں آزادی کی تحریک نے ایسا زور پکڑا کہ مسلمان ہندوؤں اور انگریزوں کی غلامی سے نکلنے میں کامیاب ہو گئے اور اغیار کی شدید مخالفت کے باوجود قیامِ پاکستان کا معجزہ وقوع پذیر ہو گیا۔ پھر ایک تلخ حقیقت سامنے آئی کہ پاکستان کو مخلص قیادت نہ ملی' جس سے قیامِ پاکستان کا مقصد شرمندۂ تعبیر نہ ہو سکا۔

مصنف نے اس بات کا خاص طور پر ذکر کیا ہے کہ عیسائیوں اور یہودیوں کو صحیح طور پر اس بات کی فکر رہی ہے کہ مسلمان اگر طاقت پکڑ گئے تو یہ ہمارے لیے سب سے بڑا خطرہ ہوں گے' چنانچہ انہوں نے مسلمانوں کو

دبانے کے لیے انسانیت سوز انداز اختیار کیے۔ پہلے روس افغانستان کے مسلمانوں پر چڑھ دوڑا' مگر افغانی مسلمانوں نے اس کو ناکوں چنے چبوا دیے۔ وہ افغانستان کو فتح کیا کرتا' اس کے اپنے حصے بخرے ہوگئے اور وہ اپنی سپر پاور کی حیثیت کھو بیٹھا۔ اب امریکہ کو افغانستان میں اسلامی نظامِ حکومت سے اس قدر خطرہ پیدا ہوا کہ اس نے اس پس ماندہ ترین ملک پر پوری شدت کے ساتھ حملہ کر دیا۔ اس نے مسلمانوں کا بہت نقصان کیا مگر وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہوسکا اور اب وہ افغانستان سے نکلنے کا راستہ ڈھونڈ رہا ہے۔ مصنف اس نتیجہ پر پہنچا ہے کہ ان سو سالوں کا ایک حصہ تو مسلمان غلامی میں رہے اور اس دور میں آزادی کی جدوجہد کرتے رہے۔ دوسرے حصہ میں حصولِ آزادی کے بعد آزاد فضا میں سانس لینے کے قابل ہوگئے' مگر سامراجی طاقتوں کی سازشوں کی آماجگاہ بنے رہے' جس کے نتیجے میں ۱۹۷۱ء میں پاکستان کا ایک حصہ بنگلہ دیش کے نام سے الگ ہوگیا۔ آج بھی صورتِ حال یہ ہے کہ پاکستان واحد سپر پاور امریکہ کی غلامی میں جکڑا ہوا ہے۔

زیرِ تبصرہ کتاب کا مصنف اُمت کا درد رکھنے والا مسلمان اور سچا پاکستانی ہے۔ اس کی دور رس نگاہیں دیکھ رہی ہیں کہ وہ دن دور نہیں جب پاکستان' ایران اور افغانستان میں نظامِ خلافت قائم ہوگا۔ اس کی تائید میں اس نے رسول اللہ ﷺ کی پیشین گوئیاں بھی درج کی ہیں جن کا متن اور ترجمہ کتاب کے آخری صفحات میں دیکھا جاسکتا ہے۔

آج پاکستان اور بھارت کے درمیان سرحد کی لکیر کو ختم کرنے کی باتیں ہورہی ہیں۔ اس طرح ہندوؤں کی بات تو سمجھ میں آتی ہے کہ وہ اکھنڈ بھارت کا خواب پورا کرنا چاہتے ہیں' مگر مسلمانوں کی طرف سے اس خیال کی حمایت تو علامہ اقبال' قائد اعظم اور دوسرے محسن مشاہیر کی روحوں کو اذیت پہنچانے اور لاکھوں قربانیوں کو فراموش کرنے کی کوشش اور خود کو ہندوؤں کی غلامی میں دینے کی طرف پیش قدمی ہے۔ پاکستانی حکومت کی طرف سے بھارت کو پسندیدہ ملک قرار دینا اسی نادانی' جہالت اور عاقبت نااندیشی کا نتیجہ ہے۔

کتاب کو بنظرِ غائر پڑھنے سے حیرت ہوئی بلکہ افسوس ہوا کہ اس میں مولانا مودودی اور ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہما کی دینی سیاسی اور قومی خدمات کا تذکرہ نظر انداز ہوگیا ہے' جبکہ ان دونوں حضرات کی مسلم بیداری میں ناقابلِ فراموش جدّوجہد نصف صدی سے زیادہ عرصہ پر محیط ہے۔ اگلے ایڈیشن میں نظرِ ثانی کر کے اس فروگزاشت کی تلافی ضروری ہے۔ کیا ہی اچھا ہو کہ اس کتاب کو جامعیت کے مرحلے سے گزار کر کالج اور یونیورسٹی کی سطح پر شاملِ نصاب کیا جائے تاکہ پاکستانی نوجوان آزادی کی قدر و قیمت سے آشنا ہوسکیں اور اپنے دوست اور دشمن کو پہچان سکیں۔

کتاب کا کاغذ اعلیٰ سفید اور کمپوزنگ معیاری ہے۔ تاہم ضخامت کے اعتبار سے قیمت زیادہ محسوس ہوتی ہے۔

❁❁❁

ساری ہوُمدارس ہر سال علماء (جو کہ نبیوں کے وارث ہیں) کی کھیپ پر کھیپ تیار کر رہے ہوں اور معیشت، معاشرت حتیٰ کہ سیاست تک میں علماء کا اثر ونفوذ موجود ہو۔ اس سب کے باوجود یہ ''پاک سرزمین'' استعماری طاقتوں کی آماجگاہ اور حزب الشیطان کی سرگرمیوں کا مرکز بن جائے... معاشرت پر ہندو اور انگریز کی ثقافت کا قبضہ ہو... معیشت پر سود اور جوئے، سٹے کی حکومت ہو... عدالت پر پیسے اور طاغوت کی مشترکہ حکمرانی ہو... اور میڈیا فحاشی وعریانی کے فروغ کا سب سے بڑا گڑھ بن جائے......! ہر دیکھنے والی نگاہ اور سوچنے والا ذہن اس تباعد (dichotomy) پر حیران ہے اور جنابِ رسالت مآب ﷺ کی نبوی فراست پر انگشت بدنداں ہے کہ آپ ﷺ نے ڈیڑھ ہزار برس قبل یہ خبر دے دی تھی کہ ''اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ میں اپنے جلال کی قسم کھاتا ہوں کہ (لوگوں کے کرتوتوں کے سبب) میں ان پر ایسا فتنہ مسلّط کروں گا کہ سمجھدار اور حلیم لوگوں کی عقلیں بھی حیران رہ جائیں گی!''

صاف سی بات ہے کہ کہیں نہ کہیں اور کسی نہ کسی صورت میں کوئی خرابی اور کوتاہی ہو رہی ہے جس نے یہ دن دکھلائے ہیں۔ ہمارا ذہن جس کمی اور کوتاہی کی نشاندہی کرتا ہے اُس کا تعلق دینی تعلیمات کے اُس 'برتن' سے ہے جس کا مونہہ بند کر دیا گیا ہے' اور جس کے کھلنے سے اُس 'پینڈورا باکس' کھلنے کے امکانات پیدا ہو جاتے ہیں جس میں باطل اور طاغوت کے سر پر ہتھوڑا بن کر برسنے کا سامان موجود ہے... اور جس کے بند رہنے میں ہی اربابِ اقتدار، علماءِ سوء اور مفاد یافتہ طبقات کی خیر ہے۔

عزیزانِ گرامی! سلف صالحین میں سے معاملہ چاہے امام اعظم امام ابوحنیفہؒ کا ہو یا امام اہل سنت امام احمدؒ ابن حنبل اور حجۃ الاسلام امام ابن تیمیہؒ کا، معلوم یہ ہوتا ہے کہ ان نفوسِ قدسیہ سے ہماری نسبت ادھوری ہی نہیں مصنوعی بھی ہے۔ ورنہ دورِ ملوکیت کے عنفوانِ شباب میں اسلام کی حقانیت پر ہونے والے حملوں کے خلاف ان رجالِ دین کے مجاہدانہ کردار کا کچھ تو اثر ہمارے سیرت وکردار میں نظر آنا چاہیے! کیا وجہ ہے کہ ان بزرگوں سے ہماری نسبتوں کا سارا زور فروعی اور اجتہادی نوعیت کے اختلافات اور فقہی موشگافیوں تک ہی محدود ہو چکا ہے، جبکہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر، وجوبِ خلافت اور نصب امامت (یعنی نظام عدلِ اجتماعی کے قیام) جیسے بنیادی، اہم ترین اور متفق علیہ معاملات کے بارے میں ہماری دینی قیادت وپیشوائیت یکسر خاموش اور عملی طور پر لاتعلق ہے! ہاں، اگر کوئی فکر اور خیال ہے بھی تو وہ اپنے مسلک کی مسجد ومدرسہ کے بقا کی حد تک!

مرض کی یہ وہ تشخیص ہے جس کی صحت پر ہمیں کوئی شک نہیں —— یہ بات ہم پورے یقین سے کہہ سکتے ہیں... اور ان شاء اللہ کہتے رہیں گے... کہ ہمیں تو بہرحال احقاقِ حق کا فریضہ سرانجام دیتے رہنا ہے..... مَعْذِرَةً اِلٰى رَبِّكُمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ!